اکبرؔ الہ آبادی

(1846 – 1921)

سید اکبر حسین رضوی نام، اکبرؔ تخلص تھا۔ ضلع الہ آباد میں پیدا ہوئے۔ بچپن ضلع شاہ آباد میں گزرا۔ 1855 میں اپنے خاندان کے ساتھ الہ آباد گئے اور یہیں مستقل سکونت اختیار کرلی۔ یہاں پہلے ایک مکتب اور پھر جمنا مِشن اسکول میں داخل ہوئے لیکن 1857 کے انقلاب کے باعث تعلیم جاری نہ رکھ سکے۔ ملازمت کی ابتدا عرضی نویسی سے کی۔ کچھ مدت کے بعد الہ آباد ضلع میں نائب تحصیلدار ہوگئے۔ ہائی کورٹ کی وکالت کا امتحان پاس کرکے وکالت کا پیشہ اختیار کیا۔ منصف کے عہدے پر بھی مامور ہوئے۔ 1898 میں انھیں حکومت سے خان بہادر کا خطاب ملا۔ اکبرؔ کی زندگی کا آخری زمانہ ذہنی وجسمانی تکالیف اور پریشانیوں میں گزرا۔ پچھتّر برس کی عمر میں الہ آباد ہی میں ان کا انتقال ہوگیا۔

اکبرؔ کو شاعری کا شوق بچپن ہی سے تھا۔ انھوں نے عام رواج کے مطابق شاعری کی ابتدا غزل گوئی سے کی۔ کلام پر اصلاح غلام حسین وحیدؔ سے لی جو آتشؔ کے شاگرد تھے۔ اکبرؔ کے کلام میں غزلوں کی تعداد کافی ہے اور ان میں اتنی جان ہے کہ انھیں آسانی سے نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ لیکن ان کی انفرادیت ان کی طنزیہ ومزاحیہ شاعری میں نظر آتی ہے۔ یہی شاعری ان کی دائمی شہرت کا باعث بنی اور اس میں کوئی دوسرا شاعر ان کا ہم سر نہ ہوسکا۔ اکبرؔ کی ظریفانہ شاعری محض ہنسنے ہنسانے کا ذریعہ نہیں۔ انھوں نے اس کے ذریعے انگریزی تعلیم کے منفی اثرات اور مغربی تہذیب کی اندھی تقلید پر بھرپور وار کیے اور چھوٹی چھوٹی نظموں سے وہ کام لیے جو بڑی بڑی تقریروں سے نہیں لیا جاسکتا تھا۔ اکبر الہ آبادی اگرچہ طنزیہ اور مزاحیہ شاعر کی حیثیت سے مشہور ہیں لیکن ان کی شاعری کا ایک بڑا حصّہ سنجیدہ شاعری پر مشتمل ہے۔ انھوں نے بہت سی نظموں کے ترجمے بھی کیے ہیں۔

© NCERT not to be republished

SOI2CH18

جلوۂ دربارِ دہلی

سر میں شوق کا سودا دیکھا   دہلی کو ہم نے بھی جا دیکھا
جو کچھ دیکھا اچھا دیکھا   کیا بتلائیں کیا کیا دیکھا

جمنا جی کے پاٹ کو دیکھا   اچھے ستھرے گھاٹ کو دیکھا
سب سے اونچے لاٹ کو دیکھا   حضرت ڈیوک کناٹ کو دیکھا

پلٹن اور رسالے دیکھے   گورے دیکھے کالے دیکھے
سنگینیں اور بھالے دیکھے   بینڈ بجانے والے دیکھے

خیموں کا اِک جنگل دیکھا   اس جنگل میں منگل دیکھا
برھما اور ورنگل دیکھا   عزت خواہوں کا دنگل دیکھا

سڑکیں تھیں ہر کمپ سے جاری   پانی تھا ہر پمپ سے جاری
نور کی موجیں لَمپ سے جاری   تیزی تھی ہر جمپ سے جاری

ڈالی میں نارنگی دیکھی   محفل میں سارنگی دیکھی
بے رنگی بارنگی دیکھی   دہر کی رنگا رنگی دیکھی

© NCERT not to be republished

اچھے اچھوں کو بھٹکا دیکھا   بھیڑ میں کھاتے جھٹکا دیکھا
منھ کو اگرچہ لٹکا دیکھا   دل دربار سے اٹکا دیکھا

ہاتھی دیکھے بھاری بھرکم   ان کا چلنا کم کم تھم تھم
زرّیں جھولیں نور کا عالم   میلوں تک وہ چم چم چم چم

پُر تھا پہلوئے مسجدِ جامع   روشنیاں تھیں ہر سو لامع
کوئی نہیں تھا کسی کا سامع   سب کے سب تھے دید کے طامع

© NCERT not to be republished

سُرخی سڑک پہ کٹتی دیکھی   سانس بھی بھیڑ میں گھٹتی دیکھی
آتش بازی چھٹتی دیکھی   لُطف کی دولت لٹتی دیکھی

چوکی اِک چولکھّی دیکھی   خوب ہی چکھی پکھی دیکھی
ہر سو نعمت رکھی دیکھی   شہد اور دودھ کی مکھی دیکھی

ایک کا حصہ منّ و سلوا   ایک کا حصہ تھوڑا حلوا
ایک کا حصہ بھیڑ اور بلوا   میرا حصہ دور کا جلوا

اَوج برٹش راج کا دیکھا   پرتو تخت و تاج کا دیکھا
رنگِ زمانہ آج کا دیکھا   رُخ کرزن مہراج کا دیکھا

پہنچے پھاند کے سات سمندر   تحت میں ان کے بیسیوں بندر
حکمت و دانش ان کے اندر   اپنی جگہ ہر ایک سکندر

اوجِ بخت ملاقی ان کا   چرخِ ہفت طباقی اُن کا
محفل اُن کی ساقی اُن کا   آنکھیں میری باقی اُن کا

ہم تو ان کے خیر طلب ہیں   ہم کیا، ایسے ہی سب کے سب ہیں
ان کے راج کے عمدہ ڈھب ہیں   سب سامانِ عیش و طرب ہیں

——— اکبرالہ آبادی

© NCERT not to be republished

مشق

لفظ و معنی:

جلوہ	:	نمائش
سنگینیں	:	سنگین کی جمع، ایک نوک دار ہتھیار جو بندوق کی نال پر لگایا جاتا ہے
برھما	:	کائنات کو پیدا کرنے والا
عزت خواہ	:	عزت چاہنے والا
دہر	:	دنیا
لامع	:	چمکنے والا، روشن
سامع	:	سننے والا
طامع	:	لالچ کرنے والا، لالچی
چولکھّی	:	چار لاکھ کا، مراد قیمتی
منّ و سلوا	:	وہ کھانا جو حضرت موسیٰؑ کی امت پر آسمان سے اترا تھا، مراد بہت لذیذ کھانا
اوج	:	بلندی، اونچائی، شان، عروج
پرتو	:	عکس، پرچھائیں
ملاقی	:	ملنے والا، ملاقات کرنے والا
چرخ	:	آسمان، فلک، چکر، پہیا
ہفت طباقی	:	سات طبق والا، مراد سات آسمان
طرب	:	خوشی، مسرت، شادمانی

غور کرنے کی بات:

- دسمبر 1898 میں لارڈ کرزن نئے وائسرائے کی حیثیت سے ہندوستان آئے۔ انھوں نے 1903 میں دہلی میں دربار کیا۔ اسی دربار پر اکبر الہ آبادی نے یہ نظم لکھی ہے۔

© NCERT not to be republished

- دوسرے بند میں لاٹ اور ڈیوک دو لفظ آئے ہیں ہندوستان میں لارڈ (Lord) کو عام لوگ لاٹ کہتے تھے۔ یہ برطانیہ کا اعزازی خطاب ہے۔اس کے معنی مالک اور آقا کے بھی ہیں ۔گورنر یا حاکم صوبہ کے لیے بھی یہ لفظ استعمال ہوتا تھا اسی طرح ڈیوک (Duke) بھی خطاب ہے نواب رئیس یا امیر کے لیے بھی یہ خطاب استعمال ہوتا تھا۔
- جنگل میں منگل ہونا محاورہ ہے۔جس کے لغوی معنی ہیں ویرانے میں عیش وعشرت کا سامان ہونا یا غیر آباد جگہ میں رونق اور چہل پہل ہونا ۔دربار دہلی کے موقع پر کشمیری گیٹ سے باہر کنگزوے کیمپ تک خیمے لگائے گئے تھے۔اس وقت یہ جگہ غیر آباد اور ویران تھی۔خیمے لگنے کے بعد جب دربار کے لیے لوگ یہاں آئے تو خوب رونق اور چہل پہل ہوگئی۔مصرعے میں اسی جانب اشارہ ہے۔
- اکبرالہ آبادی انگریزی الفاظ کا استعمال معنی خیز انداز میں کرتے ہیں ۔اس نظم میں بھی انھوں نے بہت سے انگریزی الفاظ استعمال کیے ہیں۔

سوالوں کے جواب لکھیے:

1۔ ’’سر میں شوق کا سودا دیکھا‘‘ سے کیا مراد ہے؟

2۔ ’’خیموں کا اک جنگل دیکھا‘‘ اس مصرعے میں شاعر نے کس منظر کی عکاسی کی ہے؟

3۔ ’’میرا حصّہ دور کا جلوہ‘‘ شاعر نے کیوں کہا ہے؟ وضاحت کیجیے۔

عملی کام:

- اس بند کے ردیف اور قافیے کی نشاندہی کیجیے۔

سڑکیں تھیں ہر کمپ سے جاری ۔۔۔ پانی تھا ہر پمپ سے جاری
نور کی موجیں لمپ سے جاری ۔۔۔ تیزی تھی ہر جمپ سے جاری

© NCERT not to be republished